محدثین اور فقہ

از جناب مولوی جانباز محمد خاں صاحب محمدی حیدرآباد

بعض حضرات کا یہ کہنا کہ محدثین کرام ناقل تھے، نہ ان کو ناسخ منسوخ کا علم تھا نہ راجح مرجوح کا نہ فقہ ان کا اصل موضوع تھا بلکہ وہ احادیث کو محض رٹ لیتے تھے' ایک ایسا دعوی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ رجال کی دیکھ بھال' سند و متن کی شناخت کے علاوہ احادیث میں غور و خوض کرنا' راجح و مرجوح، ناسخ و منسوخ پر وقوف حاصل کرنا مضامین قرآنی اور احادیث صحیحہ میں توفیق دینا محدثین رحمہم اللہ کا اصل موضوع تھا جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ محدثین اہل الرائے کی فقاہت (ظن و تخمین) کے بالکل خلاف تھے۔ ان کی فقاہت کا دائرہ قرآن و حدیث تک محدود تھا۔ اس سے زیادہ دائرہ فقاہت کو وسعت دینا وہ شریعت محمدیہ کے منافی سمجھتے تھے۔

یہاں ہم اپنے اس دعوے کے ثبوت میں صرف چار معتبر اور موثق و موتمن گواہ پیش کرتے ہیں' امید کہ ناظرین کرام بنظر انصاف غور فرمائیں گے۔ ہاں یہ ذہن نشین رہے کہ ہمارا یہ طریق شخصیت پرستی کے تحت نہیں بلکہ خدا پرستی کے تحت ہے۔ واستشھدوا شھیدین من رجالکم

پہلے گواہ علامہ ابن خلدون ہیں جو مقدمہ تاریخ میں تحریر کرتے ہیں۔

انقسم الفقہ فیھما الی طریقین طریقۃ اھل الرائے والقیاس وھم اھل العراق و طریقۃ اھل الحدیث وھم اھل الحجاز و کان الحدیث قلیلاً فی اھل العراق لما قدمناہ فاستکثروا من القیاس ومھروا فیہ فلذالک اھل الرائے ومقدم جماعتھم الذی

استقر المذهب فيه وفي اصحابه ابو حنيفة۔

یعنی ان (متقدمین) میں فقہ دو طریقہ پر منقسم ہو گئی ایک طریقہ اہل الرائے والقیاس کا اور وہ عراق والے ہیں اور ایک طریقہ اہل حدیث کا اور وہ حجاز (مکہ مدینہ) والے ہیں۔ اہل عراق میں حدیث کم تھی جس کی وجہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس لئے انہوں نے قیاس سے زیادہ کام لیا اور قیاس (ہی) میں خوب ماہر ہوئے انؔ کو اہل الرائے کہا گیا۔ اہل الرائے کی جماعت کے سردار جن میں اور جن کے شاگردوں میں یہ (طریقہ، مذہب قائم ہوا (امام) ابوحنیفہ ہیں۔

(۲) دوسرے گواہ علامہ شہرستانی ہیں جو ملل والنحل جلد ۲ صـ۳۹ میں لکھتے ہیں۔ "ثم المجتهدون محصورون في صنفين" الخ۔ یعنی "مجتہدین دو قسم کے ہیں (۱) اصحاب الحدیث (محدثین) وہ اہل حجاز ہیں جو امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام داؤد اصفہانی کے شاگرد ہیں ان کا نام اصحاب الحدیث اس لئے رکھا گیا کہ ان کی ساری توجہ احادیث کے حاصل کرنے اور حدیثوں کے جمع کرنے اور احکام کو نصوص پر مبنی کرنے میں لگی رہتی تھی۔ یہ لوگ جب تک حدیث یا قول صحابی پاتے قیاس جلی وخفی کی طرف متوجہ نہ ہوتے"۔

یہاں یہ امر ناظرین کے پیش نظر ہے کہ ائمہ ثلاثہ مالک۔ شافعی اور احمد ابن حنبل رحمہم اللہ اصحاب الحدیث میں داخل ہیں ان کے سوا باقی کا حال سنیے۔

"اصحاب الرائے وہ اصحاب ابوحنیفہ ہیں اُن کا نام اصحاب الرائے اس لیے رکھا گیا کہ اُن کی ساری توجہ قیاس اور استنباط کی طرف تھی کئی دفعہ قیاس جلی کو خبر احاد (حدیث) پر مقدم کر دیتے تھے"۔

(۳) تیسرے گواہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں جو حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۲۲۶ میں فرماتے ہیں۔

"جب محققین اہل حدیث نے فن روایت اور درجات حدیث خوب مکمل کر لیے تو اس کے بعد ان کی توجہ فقہ کی طرف مائل ہوئی۔۔۔۔۔۔ اس حالت کے بعد ایک دوسرے

زمانہ کی پیدائش ہوئی۔ انہوں نے اپنے اصحاب (محدثین) کو دیکھا کہ وہ حدیث کی محنتوں سے اور لوگوں کو فارغ کر کے فقاہت کا سامان کر چکے ہیں تو انہوں نے تفقہ میں انہی کے اصول کا لحاظ رکھا۔ اسواسطے ان پچھلے لوگوں نے اور فنون کی جانب اپنا رخ کیا مثلاً ان صحیح حدیثوں کو بالکل ممیز کر دیا جو کبرائے حدیث کے نزدیک متفق علیہ صحیح تھیں ..... اس منصب کے محدثین بخاری، مسلم۔ ابوداؤد۔ عبد بن حمید۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔ ابویعلی۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارقطنی۔ حاکم۔ بیہقی۔ خطیب۔ دیلمی۔ ابن عبدالبر۔ اور ان کے پایہ کے لوگ ہیں"۔

(۴) چوتھے گواہ مولانا عبدالحی لکھنوی ہیں۔ جو امام الکلام میں حسب ذیل تحریر کرتے ہیں :-

"من نظر بنظر الانصاف وغاص فی بحار الفقه والاصول متجنبا عن الاعتساف یعلم علما یقیناً ان اکثر المسائل الفرعیة والاصلیة التی اختلف العلماء فیها فمذهب المحدثین فیها اقوی من مذهب غیرهم، وانی کلما اسیر فی شعب الاختلاف اجد قول المحدثین فیه قریباً من الانصاف۔ فلله درهم وعلیه شکرهم کیف لا وهم ورثة النبی صلعم حقا و نواب شرعه صدقا حشرنا الله فی زمرتهم واماتنا علی حبهم وسیرتهم"۔

یعنی جس نے انصاف کی نظر سے دیکھا ہے اور فقہ و اصول کے دریا میں غوطہ لگایا ہے اگر اس میں کجروی نہیں ہے تو وہ یقیناً جانتا ہے کہ اکثر ایسے مسائل فرعیہ و اصلیہ جنہیں علماء مختلف ہوئے ہیں محدثین ہی کا مذہب اپنیر اوروں کے مذاہب سے قوی تر ہے۔ اور میں جہاں تک اختلافی باتوں کو دیکھتا ہوں محدثین ہی کا قول اُن میں ٹھیک پاتا ہوں اللہ ہی کے واسطے ہے خوبی ان کی اور اسی کے ذمے ہے جزا ان کی کیوں نہیں وہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب ہیں۔ اللہ میرا حشر ان کے زمرے میں

کرے اور مجھکو اُن کی محبت اور خصلت پر دنیا سے اٹھائے "۔

ان چاروں شہادتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی کہ اصل فقہا محدثین کی جماعت تھی لہٰذا اب کسی کا یہ کہنا کہ محدثین استنباط اور علم فقہ بلکہ ناسخ منسوخ راجح مرجوح سے بھی نا واقف تھے، فقہ ان کا اصل موضوع ہی نہ تھا، واقعات تاریخیہ کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ تعصب پر مبنی ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین واللہ یھدی من یشاءُ الیٰ صراط مستقیم۔

ترجمان القرآن۔ غالباً یہ مضمون ہمارے اُس استدراک کے جواب میں لکھا گیا ہے جو ماہ صفر کی اشاعت میں جناب چوہدری غلام احمد صاحب پرویز کے مضمون "شخصیت پرستی" پر لکھا گیا تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہم کہیں گے کہ فاضل مضمون نگار نے ہمارے استدراک کو پوری طرح پڑھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ محدثین کرام محض ناقل تھے، یا فقہ سے ان کو کوئی لگاؤ نہ تھا، یا یہ کہ صدر اول کے علماء میں اہل الرائے اور اصحاب الحدیث کے نام سے جو گروہ بن گئے تھے ان میں سے صرف اہل الرائے ہی فقہ کے عالم تھے، اور اصحاب الحدیث کے پاس کوئی علم نہ تھا؟ یہ ایسی باتیں ہیں جو صاحب مضمون نے خود ہی اپنے ذہن سے پیدا کرلی ہیں اور خود ہی ان کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا مقصد دراصل اور ہی کچھ تھا جس کی طرف انہوں نے توجہ نہیں فرمائی۔ ہم یہ بتانا چاہتے تھے کہ جو لوگ آج اتباع حدیث کے علمبردار بنے ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو طریق محدثین کا متبع کہتے ہیں، وہ دراصل محدثین کی تقلید میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ وہ تقلید کو مٹانے کے لیے اٹھے تھے، مگر ایک طرح کی تقلید کو چھوڑ کر خود ہی ایک دوسری طرح کی تقلید میں گرفتار ہو گئے، اور اب مزید بدقسمتی یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حضرات کو یہ احساس بھی نہیں رہا ہے کہ اتباع حدیث اور طریق محدثین کے اتباع اور محدثین کی تقلید میں فرق کیا ہے۔ حدیث کا اتباع یہ ہے کہ جو خبر تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے اس کو روایت اور درایت کے اصول پر جانچ کر دیکھو۔ جب یہ اطمینان ہو جائے

کہ وہ صحیح ہے یا اس کی صحت کا ظن غالب ہے تو اس کی پیروی کرو۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اس کے بعد طریق محدثین کا اتباع یہ ہے کہ جس حدیث کی صحت کا تمہیں اطمینان ہو گیا ہے اس سے احکام کا استنباط اُس طریقہ پر کرو جس کو اہل حدیث نے اختیار کیا تھا، اور اس طریقہ سے اجتناب کرو جسے اہل الرائے پسند کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق بھی اہل حق کا طریق ہے، اور اگر کسی شخص کا رجحان اس کی طرف ہے تو اسے حق حاصل ہے کہ اس کا اتباع کرے۔ ہم کو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ قابلِ اعتراض جو چیز ہے وہ محدثین کی تقلید ہے۔ اور ان کی تقلید یہ ہے کہ تم روایت اور درایت اور استنباط احکام میں بالکل محدثین پر اعتماد کر لو اور تحقیق صرف اس چیز کا نام رکھ دو کہ کتب حدیث کی چھان بین اور اقوال محدثین کی تلاش وجستجو کی جائے اور جو چیز وہاں جس صورت میں مل جائے اُسی صورت میں اسے لے لیا جائے۔ یہ اگر تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟ آخر اصول کے اعتبار سے اس طریقہ اور ائمۂ اربعہ کی تقلید کرنے والوں کے طریقہ میں کیا فرق ہے؟ وہ اپنے ائمہ کی باتیں آنکھ بند کر کے قبول کرتے ہیں، اور تم اپنے ائمہ کی۔ فرق جو کچھ بھی ہے اشخاص کا ہے۔ باقی رہی تقلید شخصی تو وہ دونوں جگہ یکساں ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جہاں تک روایت کا تعلق ہے اکابر محدثین کی تحقیق سے کوئی شخص بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ وہ اس فن کے ماہر ہیں، اور ہر فن میں اس کے ماہر ہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے لیکن روایت کے باب میں محدثین کا مستند ہونا یہ معنی کب رکھتا ہے کہ جن امور کا تعلق عقل اور درایت اور فہم اور استنباط سے ہے ان میں بھی وہی بالکلیہ معتمد سمجھے جائیں؟ آخر یہ کس بنا پر ضروری ہو گیا کہ مختلف احادیث کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے، اور ان کے اختلافات میں تطبیق کی صورتیں نکالنے، اور ان کو قرآن اور عقل کی کسوٹی پر جانچنے، اور ان سے شارع کا مقصد و منشا معلوم کرنے، اور ان سے کلی یا جزئی احکام مستنبط کرنے میں جن جن راہوں پر ائمۂ حدیث گئے ہیں آپ بھی ان کے پیچھے پیچھے انہی راہوں پر جائیں اور خود اپنی عقل و فہم اپنی درایت و بصیرت اور اپنی تحقیق و اجتہاد سے کام نہ لیں۔ ان امور میں اگر کوئی شخص محدثین کی تقلید سے انکار کرتا ہے تو آپ اس کو یہ معنی کیوں

پہناتے ہیں کہ وہ ان بزرگوں کے تفقہ کا منکر ہے اور ان کو محض ناقل سمجھتا ہے اور ان کے متعلق یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ ناسخ و منسوخ اور راجح و مرجوح کا علم ہی نہ رکھتے تھے؟ کیا ان کے تفقہ کا اعتراف کرنے کی بس یہی ایک صورت ہے کہ تفقہ کو اپنے اوپر حرام کر کے صرف انہی کے لئے مختص کر دیا جائے، اور یہ طے کر لیا جائے کہ احادیث میں بعض کو قبول اور بعض کو رد کر دینا، بعض کو ناسخ اور بعض کو منسوخ ٹھیرانا، بعض کو راجح اور بعض کو مرجوح قرار دینا صرف انہی کا کام تھا؟

فاضل مضمون نگار نے جو شواہد پیش فرمائے ہیں ان سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ حدیث صاحب اجتہاد بھی تھے اور بعض بزرگوں کی رائے میں ان کا طریق اجتہاد اصحاب الرائے یعنی اصحاب ابی حنیفہ کے طریق اجتہاد سے بہتر تھا۔ ان دونوں باتوں میں سے آخری بات کا تعلق تو اپنی اپنی رائے سے ہے۔ دونوں طریقے برحق ہیں۔ جس شخص کا میلان جس طریقہ کی طرف ہو، وہ اسے اختیار کر سکتا ہے۔ اس باب میں ایک گروہ کا قول دوسرے گروہ پر حجت نہیں ہو سکتا۔ رہی پہلی بات تو ہم نے اس سے انکار ہی کب کیا تھا۔ ہمارا مدعا تو صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ ائمہ متقدمین دو گروہوں میں منقسم تھے۔ ایک طرف وہ حضرات تھے جن کا خاص موضوع بحث اخبار و آثار کی چھان بین کرنا تھا۔ اور دوسری طرف وہ تھے جن کا اصل کام روایات کے ذخیرہ سے مدد لے کر اسلامی قوانین مدون کرنا تھا۔ پہلے گروہ پر اخباری نقطۂ نظر زیادہ غالب تھا اسلئے وہ زیادہ تر اسناد کے تسلسل اور رواۃ کی عدالت پر حدیث کی صحت و قوت کا مدار رکھتے تھے اور اس اعتبار سے جو حدیث ان کو قوی نظر آتی تھی اُسی سے احتجاج کرتے تھے بخلاف اس کے دوسرے گروہ پر قانونی نقطۂ نظر کا غلبہ تھا۔ انہوں نے قرآن اور سنت کے وسیع و غائر مطالعہ سے اسلام کی روح اور اس کے مزاج اور اس کے اصول کلیہ جیسے کچھ سمجھے تھے انہی کے معیار پر وہ روایات کو پرکھتے تھے، اور اسی بصیرت کی بناء پر وہ بسا اوقات ایسی روایات کو قبول کر لیتے تھے جو محدثین کی نگاہ میں ضعیف ہوتی تھیں اور ایسی روایات کو چھوڑ دیتے تھے جو ان کی نگاہ میں قوی ہوتی تھیں۔ احادیث کے رد و قبول میں یہ اختلاف

جو علماء حدیث اور علماء فقہ کے درمیان پایا جاتا ہے، اس کی وجہ ہر صاحب فہم خود سمجھ سکتا ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو سمجھانے کے لئے دلائل و براہین پیش کرنے کی ضرورت ہو لیکن ان دونوں گروہوں کا ایک ایک فن میں ماہر خصوصی ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ جو اہل الحدیث تھے وہ فقہ سے بے بہرہ تھے، اور جو فقیہ تھے وہ حدیث سے کورے تھے۔ اگر کوئی شخص میلان و رجحان کے یہ معنی سمجھتا ہے تو یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔